تکثیری سماج میں بین المذاہب تعلقات کا جائزہ، سیرت نبویؐ کی روشنی میں

سید باچا آغا*

آج دنیا ایک گلوبل ویلیج کی حیثیت اختیار کر چکی ہے، دنیا کے بیش تر ممالک میں مخلوط آبادیاں ہیں، ہر مسلمان ملک میں لاکھوں کی تعداد میں غیر مسلم رہتے ہیں، اسی طرح ہر غیر مسلم ملک میں بھی لاکھوں مسلمان بستے ہیں۔ تقریباً ہر مسلمان کا کوئی نہ کوئی غیر مسلم ہمسایہ موجود ہوتا ہے۔ ان کے درمیان مذہبی عقائد، مادی افکار و نظریات، تہذیب و معاشرت کا اختلاف ہے اور کہیں مادری زبان کا فرق بھی پایا جاتا ہے، اس کے باوجود وہ ایک تکثیری سماج کا حصہ ہیں۔ اس پہلو سے ان کے مشترک مسائل بھی ہیں اور ان مسائل پر قابو پانے کے لیے تکثیری معاشرے مشترکہ جدوجہد کا تقاضا کرتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ غیر مسلموں سے ہمارا تعلقِ کار (Working Relationship) کیا ہونا چاہیے ؟ کیا سارے غیر مسلم ہمارے بالفعل (Potential) دشمن ہیں ؟ کیا ان میں سے کسی سے دوستی کا تعلق نہیں رکھا جا سکتا ؟ کیا ہر غیر مسلم ملک بھی ہمارا دشمن ہے، یا اس سے پر امن بقائے باہمی کا تعلق رکھا جا سکتا ہے ؟ اسلام مسلمانوں کو کسی غیر مسلم سے سماجی تعلقات رکھنے اور ان کے ساتھ لین دین سے نہیں روکتا، اسی طرح خوشی و غم کے اظہار کے لیے مذہب یا رنگ و نسل کی بھی کوئی تفریق نہیں کرتا ہے۔ اسلام انسانیت کے احترام کا درس دیتا ہے اور بحیثیت انسان ہر فرد احترام کا حقدار اور مستحق ہے چاہے وہ جس مذہب، رنگ و نسل سے تعلق رکھتا ہو۔ بد قسمتی سے مسالک اور فرقوں کی آپس میں جنگ و جدل اور بحث و مناظروں نے عام مسلمانوں کے ذہنوں سے اسلام کی وسعت نظری کو اوجھل کر دیا ہے۔ شیطانی ذہن رکھنے والوں نے یہ پروپیگنڈا مہم کے طور پر جاری کر دیا کہ اسلام اپنے ماننے والوں کے علاوہ دوسروں کو موجبِ گردن زدنی قرار دیتا ہے اور اس میں مذہبی رواداری اور وسعت نہیں پائی جاتی۔ یہ پروپیگنڈا کیا ہے کہ اسلام اپنے ماننے والوں کے علاوہ دوسروں کو موجبِ گردن زدنی قرار دیتا ہے اور اس میں مذہبی رواداری اور توسّع نہیں پایا جاتا۔ وہ مسلمانوں کو دوسروں سے الگ تھلگ رہنے کی تاکید کرتا ہے، ان کو انفرادیت پسندی سکھاتا ہے اور کسی غیر مسلم کی خوشی و غمی میں شرکت سے اجتناب کرتے اور اظہار ہمدردی کو حرام سمجھتے ہیں۔ یہ تصور یا تو سراسر غلط فہمی کے سبب ہے یا پھر بددیانتی کے سبب پھیلا دیا گیا ہے۔

لیکن ہاں اسلام اتنا بھی آزاد نہیں چھوڑتا جیسے کہ موجودہ مادہ پرست تہذیب نے اباحیت کو اس قدر فروغ

*اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج، سریاب روڈ، کوئٹہ، پاکستان

دیا ہے کہ انسان اپنی جنسی و نفسانی خواہش کی تکمیل کیلئے کوئی بھی بندش گوارا نہیں کرنا چاہتا، ہر طرف مذہبی ہم آہنگی کے نام پر رسوم غیر کی اپنائیت اور بے حیائی و عریانی کی فضا ہے جس کا نتیجہ انتشار اور تباہی ہے۔ مذاہب کے درمیان ایک قدر مشترک اخلاقیات ہے، صداقت و راست گوئی، عفت و عصمت، دیانت و امانت، باہمی اُلفت و محبت، رشتوں کا احترام، ہمدردی اور ان کی خبر گیری، تعصب اور فرت سے اجتناب، کسی کے حق پر دست درازی اور ظلم و زیادتی کا خاتمہ، اس طرح کی اخلاقیات کی اہمیت تمام مذاہب تسلیم کرتے ہیں اور ان کے مخالف رویّے کو صحیح نہیں سمجھتے۔ اسلام معاشرے میں اخلاق کو فروغ دینا چاہتا ہے، اس کیلئے اس کا اپنا ایک طریقہ اور لائحۂ عمل بھی ہے، لیکن اس کے ساتھ اخلاق کو عام کرنے کی جو کوشش ہو اس میں وہ اپنے اصول کے تحت شریک ہو سکتا ہے۔ مذاہب کے ماننے والوں کو وہ نجی زندگی میں اپنی شریعت پر عمل کی اجازت دیتا ہے، لیکن اپنے دائرۂ اختیار میں آخری شریعت کو نافذ کرتا ہے:

﴿ثُمَّ جَعَلْنٰکَ عَلٰی شَرِیعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلاَ تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِیْنَ لاَ یَعْلَمُوْنَ﴾[1]۔

(اے نبیؐ!) ہم نے آپ کو دین کے معاملے میں ایک شریعت دے دی۔ آپ اس کی اتباع کریں اور ان لوگوں کی خواہشات کے پیچھے نہ چلیں جو جانتے نہیں ہیں۔

جس سماج میں مختلف مذاہب کے لوگ رہتے ہوں، ان کا آپس میں ملنا جلنا، ایک دوسرے کی مدد کرنا اور ان کی خوشی اور غم میں شریک ہونا، دینی نقطہ نظر سے پسندیدہ ہے۔ مذاہب کا اختلاف اپنی جگہ، ہر شخص تنہا بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوگا اور اس سے اس کے عقائد و اعمال کی جواب دہی ہوگی۔ مسلمانوں کے لیے سماج میں رہنے والے تمام انسانوں سے انسانی اور سماجی تعلقات رکھنا مطلوب ہے۔ دوسری طرف ان سے یہ بھی مطلوب ہے کہ وہ عقائد اور عبادات کے معاملے میں کسی طرح کی مداہنت یا مشابہت قبول نہ کریں اور ابہام و اشتباہ سے حتّی الامکان بچنے کی کوشش کریں۔ اہل علم اور فقہائے کرام نے غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات کی تین قسمیں بیان کی ہیں:

۱: موالات: اس سے مراد قلبی اور دلی محبت ہے، یہ صرف ہم عقیدہ لوگوں 'اہلِ اسلام' کے ساتھ جائز ہے، کفار و مشرکین سے رازدارانہ تعلق، قلبی محبت اور ان کا ایسا احترام کہ جس سے کفر کا احترام لازم آئے، جائز نہیں۔ قرآن کریم نے اسلام اور مسلموں کو نقصان پہنچانے والے غیر مسلموں سے قریبی روابط اور رازدارانہ تعلقات نہ رکھنے کا حکم دیا ہے یعنی صرف ان غیر مسلموں سے تعلقات رکھنے سے منع کیا ہے جو مسلمانوں کے دشمن ہوں، ان پر ظلم و زیادتی کرتے ہوں اور اسلامی ریاست کے خلاف سازشوں میں مصروف ہوں، ارشاد خداوندی ہے کہ:

﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَاتَتَّخِذُوْا الیَهُوْدَ وَالنَصَارٰیٰ اَولِیَاء بَعْضُهُمْ اَوْلِیَاءُ بَعْضٍ﴾[2]۔

اے ایمان والو یہود اور نصاریٰ کو اپنا دوست مت بناؤ، یہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔

یہاں صرف اُنہی غیر مسلموں کی طرف اشارہ ہے جن کی اسلام دشمنی بالکل واضح ہو چکی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس آیت کے بعد آگے یہ بتایا گیا ہے کہ:

﴿يآاَيُّهَاالَّذِيْنَ آمَنُوْا لَاتَتَّخِذُوْا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزواً وَّلَعِباً مِّنَ الَّذِيْنَ اُوتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيآءَ﴾[۳]۔

اے ایمان والو! دوست مت بناؤ ان لوگوں کو جن کو تم سے پہلے کتاب دیا گیا تھا اور مشرکین کو جنھوں نے تمہارے دین کو مذاق اور کھیل بنایا۔

یہود و نصاریٰ کے نام سے پہلے ''الف لام'' کا لاحقہ آیا ہے، جس سے یہ اسم معرفہ (Proper Noun) بن گیا ہے۔ چنانچہ اس سے مراد یہود و نصاریٰ کا ایک مخصوص گروہ ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہ اہلِ کتاب تھے جو مسلمانوں سے برسرِ جنگ تھے مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے تھے اور اسلام کا مذاق اڑاتے تھے۔ یقیناً ایسے اہلِ کتاب سے دوستی ایک بڑا جرم ہے۔

2: مواسات: اس کے معنیٰ ہمدردی، خیر خواہی اور نفع رسانی کے ہیں، ایسے غیر مسلم جو اہلِ اسلام سے برسرِ پیکار نہیں تو ان سے بہتر روابط رکھنے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے سے کہیں منع نہیں کیا گیا ہے، وہ ہماری ہمدردی اور خیر خواہی کے مستحق ہیں۔ اس کی وضاحت یوں کی گئی ہے کہ:

﴿لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ﴾[۴]۔

اللہ تمہیں اس بات سے منع نہیں فرماتا کہ جن لوگوں نے تم سے دین (کے بارے) میں جنگ نہیں کی اور نہ تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا ہے کہ تم ان سے بھلائی کا سلوک کرو اور اُن سے عدل و انصاف کا برتاؤ کرو، بیشک اللہ عدل و انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ غیر مسلموں سے محبت، احترام اور رواداری سے بھری پڑی ہے۔ عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ:

قَالَ كَانَ سَهْل بِنْ حَنِيْف وَقَيْس بِن سَعْد قَاعِدِيْنَ بِالْقَادِسِيَّةِ فَمَرَوُّا عَلَيْهِمَا (عَلَيْهِمْ) بِجَنَازَةِ فَقَامَا فَقِيْلَ لَهُمَا إِنَّهَا مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ أَيْ مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ فَقَالَا إِنَّ النَّبِي مَرَّتْ بِه جَنَازَةَ فَقَامَ فَقِيْلَ لَه إِنَّهَا جَنَازَة يَهُوْدِي فَقَالَ أَلَيْسَتْ نَفْسًا؟[۵]

سہل بن حُنَیف اور قیس بن سعد قادسیہ کے مقام پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو وہ دونوں کھڑے ہوگئے جب ان کو بتایا گیا کہ یہ ذمیوں میں سے ہے تو ان دونوں نے کہا کہ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو آپ (احتراماً) کھڑے ہوگئے۔آپ کو بتایا گیا کہ یہ تو ایک یہودی کا جنازہ تھا اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اَلَیسَت نَفسًا کیا وہ انسان نہیں تھا؟

کسی اسلامی معاشرے میں غیر مسلموں سے ظلم اور ناانصافی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔پیغمبر اسلام ﷺ نے خود اپنے آپ کو غیر مسلموں کے حقوق کے محافظ قرار دیکر ان کے معاشرتی تحفظ کی ضمانت دی ہے۔آپ کا فرمان ہے:

ألا مَن ظَلَمَ مُعَاهِداً وَانتَقَصَه،وَ كَلَّفَه فَوقَ طَاقَتِه وَأخَذَ مِنه شَيئًا بِغَيرِ طِيبِ نَفسٍ فَأنَا حَجِيجِه يَومَ القِيٰمَةِ[٦]۔

جس نے کسی معاہد پر ظلم کیا، یا اس پر ضرورت سے زیادہ بوجھ ڈالا تو قیامت کے روز میں اس غیر مسلم کے حقوق کیلئے اس سے لڑونگا۔

ایسے لوگوں سے حسن سلوک اور ہمدردی و غم خواری میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ اس سے فائدہ یہ ہوگا کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کے حسن اخلاق سے متاثر ہوں گے اور آپسی فاصلہ کم ہوگا۔

۳: مدارات: اس سے مراد ظاہری خوش خلقی اور ادب واحترام ہے۔یہ تمام غیر مسلموں کے ساتھ جائز ہے، خاص طور پر جب اس سے مقصد دینی نفع رسانی، اسلام کی دعوت، اسلامی اخلاق و برتاؤ پیش کرنا ہو یا وہ ہمارے مہمان ہوں اور مہمانوں کا احترام بہر حال لازم ہے۔

دعوتِ دین کی خاطر غیر مسلم سے دوستی کرنا اور اس سے خوش اخلاقی سے پیش آنا جائز ہے، تاہم اس سلسلے میں اس بات کو یقینی بنانا از حد ضروری ہے کہ آپ کا اسلامی امتیاز ہمہ وقت برقرار رہے اور عقائد یا دینی مسائل میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہ ہو۔کسی بھی مسلمان کو رواداری کے نام پر ذرہ برابر دین کے معاملے میں ردوبدل اور ترمیم کی اجازت نہیں ہے۔

غیر مسلموں کی تقریبات میں شرکت:

غیر مسلموں کی تقریبات میں شرکت کے کیا حدود ہیں؟اسے متعین کرنے کی ضرورت ہے۔واضح رہے کہ تقریبات دو طرح کی ہوتی ہیں:

1: سماجی، غیر مذہبی، مثلاً شادی بیاہ، ولادت، ملازمت ملنے کی خوشی میں پارٹی، کسی کی وفات، یا سماج کے افراد کے یکجا ہونے کا کوئی اور موقع۔

2: خالص مذہبی، جن میں کسی مخصوص مذہب کے مراسم ادا کیے جاتے ہیں۔

مسلمانوں کے لیے غیر مسلموں کی سماجی تقریبات میں شرکت جائز، جبکہ مذہبی تقریبات میں شرکت ناجائز ہے۔

تکثیری سماج میں رہنے والے مختلف مذاہب کے پیروکار فرقہ وارانہ ہم آہنگی کو فروغ دینے کے مقصد سے اپنی تقریبات میں دیگر مذاہب کے ماننے والوں کو مدعو کرنے لگے ہیں، مسلمان عید ملن پارٹی میں، ہندو دیوالی، دسہرا کے فنکشن میں اور عیسائی کرسمس کی تقریب میں دیگر مذاہب کے لوگوں کو بلاتے ہیں۔ یہ تقریبات اب خالص مذہبی نہیں رہ گئی ہیں، بلکہ ان میں مذہبی اور سماجی دونوں پہلو پائے جاتے ہیں کیونکہ بعض تقریبات ایسے ہوتے ہیں کہ سماجی اور مذہبی خانوں میں الگ الگ کرنا ممکن نہیں ہوتا یعنی غیر مسلم اپنی سماجی تقریبات میں مذہبی مراسم بھی انجام دیتے ہیں اور مذہبی تقریبات کو سماجی رنگ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ایسی تقریبات، جن پر مذہبی رنگ غالب ہو،ایک مسلمان کے لیے ان میں شرکت نہ کرنا اَولی ہے، لیکن اگر مذہبی رنگ غالب نہ ہو تو وہ شریک ہو سکتا ہے،البتہ مراسمِ عبادت کی مخصوص مجلس سے دور رہنا ہوگا۔لہٰذا ایسی تقریبات میں اگر کوئی مسلمان خیر سگالی اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے جذبے سے، سماجی تعلقات بڑھانے کے ارادے سے، یا دعوتی مقصد سے شرکت کرنا چاہے تو کر سکتا ہے، لیکن اسے اس موقع پر ان کاموں میں شریک ہونے سے بچنا چاہیے جن کا مذہبی رنگ ہو، دوسروں کی تقریبات میں ہمیں اپنی شرائط پر شرکت کرنی چاہیے، نہ کہ ہم ان میں جاکر بغیر حدود کی رعایت کیے ہر وہ کام کرنے لگیں جو دوسرے ہم سے کروانا چاہتے ہیں۔اس سلسلے رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کو ہمیں اپنے لیے مشعل راہ بنانا چاہیے،آپ ؐکا ارشاد ہے کہ:

اَلحَلَالُ بَیِّن وَالحَرَامُ بَیِّن وَبَینَہُمَا مَشتَبِہَات لَا یَعلَمُہَا کَثِیر مِّنَ النَّاسِ فَمَن اِتَّقیٰ المُشَبِّہَات اِستَبرَأَ لِدِینِہ وَعِرضِہ[۲]۔

حلال اور حرام واضح ہے، ان کے درمیان کچھ مشتبہ امور ہیں، جو شخص ان سے اپنا دامن بچالے، اس نے اپنے دین کو محفوظ کر لیا۔

غیر مسلموں کو سلام:

آپ نے دشمنوں کی بدسلوکی اور بدتمیزی کو اپنے حسن اخلاق سے ماند کر دیا۔

عَن عَبْدِاللّٰہِ ابنِ عَمرٍو رَضِیَ االلّٰہُ عَنہُمَا اَنّ رَجْلًا سَاَلَ النَّبِیَّ: اَیّ الاِسلَامِ خَیر؟ قَالَ: تْطعِمُ الطَّعَامَ، وَ تَقرَ السَّلَامَ عَلَی مَن عَرَفتَ وَ مَن لَم تَعرِف[۸]۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریمؐ سے پوچھا کہ کون سا اسلام بہتر ہے؟ آپؐ نے فرمایا تم کھانا کھلایا کرو اور ہر کسی کو سلام کیا کرو خواہ تم اسے جانتے ہو یا نہیں جانتے۔

یہود نبی کریم ﷺ کی مخالفت میں بہت بڑھے ہوئے تھے اور اپنے شاطر دماغوں سے کوئی نہ کوئی طریقہ آپ ﷺ یا مسلمانوں کو تکلیف دینے کا ڈھونڈتے رہتے تھے۔ لیکن نبی کریم نے ہمیشہ ان کو نرمی سے جواب دیا اور اپنے اصحاب کو بھی نرمی کی تلقین فرمائی۔

عائشة رضي الله عنها زوج النبي قالت دخل رهط من اليهود على رسول الله فقالوا السام عليكم قالت عائشة ففهمتها فقلت وعليكم السام واللعنة قالت فقال رسول الله مهلا يا عائشة إن الله يحب الرفق في الأمر كله فقلت يا رسول الله أولم تسمع ما قالوا قال رسول الله قد قلت وعليكم[۹]-

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ ایک یہودی گروہ آنحضورؐ کی خدمت میں آیا اور شرارتاً اَلسَّلَامْ عَلَیکْم کی بجائے اَلسَّامْ عَلَیکِم ''یعنی تم پر ہلاکت ہو'' کہا مجھے سمجھ لگ گئی میں نے انہیں کہا کہ ہلاکت تم پر ہو اور انہیں ملامت کی لیکن رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا کہ عائشہ ٹھہرو ''اِنَ اللّٰہَ یْحِبّْ الرِّفقَ فِی الاَمرِ کْلِّہ'' کہ اللہ تعالیٰ ہر معاملہ میں نرمی پسند کرتا ہے۔ میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول کیا آپ نے سنا نہیں کہ انہوں نے کیا کہا تھا؟ آپؐ نے فرمایا میں نے انہیں جواب میں کہہ دیا تھا کہ ''وَ عَلَیکْم''، یعنی تم پر بھی۔

غیر مسلم کو سلام کرنے سے متعلق مختلف آراء ملتی ہیں، بعض کے مطابق انہیں سلام نہیں کرنا چاہئے، بعض انہیں سلام کرنے میں پہل کرنے سے روکتی ہیں، بعض مخصوص حالات میں اجازت دیتی ہیں تو اس پر اختلاف ہو جاتا ہے کہ ان کا جواب کس طرح دیا جائے اور اس کے لیے کیا الفاظ استعمال کیے جائیں۔ مولانا جلال الدین عمری اس حوالے سے لکھتے ہیں کہ: ''ہمیں ایک ایسے معاشرے کے بارے میں سوچنا چاہئے جو مسلمانوں اور غیر مسلموں کا ملا جلا اور مخلوط معاشرہ ہے۔ جہاں دونوں کے درمیان ثقافتی، سماجی، معاشی، غرض مختلف نوعیت کے تعلقات موجود ہیں اور دونوں قانونی اور دستوری روابط میں بندھے ہوئے ہیں۔ اس طرح کے معاشرہ میں غیر مسلموں کو مسنون طریقہ سے سلام کیا جائے تو یہ مخالف سلف عمل نہ ہوگا۔ ہو سکتا ہے، اس طرح وہ آہستہ آہستہ اسلامی آداب سے مانوس ہوتے چلے جائیں اور ان کی معنویت ان پر زیادہ بہتر طریقہ سے واضح ہو جائے۔ اس میں قباحت محسوس ہو تو ان کے لیے عزت واحترام اور محبت وخیر خواہی کے دوسرے الفاظ استعمال کیے جا سکتے ہیں۔ البتہ اس بات کا ضرور خیال رکھنا ہوگا کہ تعلقات کے اظہار میں ایسے طریقے نہ اختیار کیے جائیں، جو کسی مذہب یا تہذیب کے مخصوص شعار کی حیثیت رکھتے

ہوں اور ایسے الفاظ نہ استعمال کیے جائیں جو اسلامی عقائد سے متصادم ہوں""[10] لہذا نبوی تعلیم مساوات، عدل وانصاف اور حسن اخلاق کو مد نظر رکھتے ہوئے غیر مسلم کے لئے "السلام علی من اتبع الھدیٰ" یا "آداب" کہنا جائز ہے۔ اگر کوئی غیر مسلم "السلام علیکم" کہے تو اسے جواب میں صرف "وعلیکم" کہنا چاہیے۔

غیر مسلموں کی عیادت:

نبی کریم ﷺ تمام نوع انسانیت کے ساتھ مساوات، عدل وانصاف، حسن اخلاق کا معاملہ فرماتے تھے اور مسلم غیر مسلم سبھی کی خوشی، غم شریک ہوتے تھے۔ بیمار پڑ جانے والے بھائی کی عیادت اور تیمارداری کرنا، اس کی راحت کا سامان مہیا کرنا اور اس کے لیے کلمات خیر کہنا بھی بہت بڑی نیکی ہے اس سے ہمدردی کا اظہار اور مریض سے یگانگت ہوتی ہے۔ مسلمانوں کے ساتھ غیر مسلم کی عیادت کا بھی یہی حکم ہے۔ اگر معاشرے یا سماج میں کوئی شخص بیمار پڑتا تو اس کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے اور اس کے لیے مناسب دعا فرمایا کرتے تھے۔ احادیث سے اس بات کا ثبوت بھی ملتا ہے کہ آپؐ نے ایک یہودی لڑکے کی عیادت فرمائی ہے:

انَّ غْلَامًا لِيَهْودَ، كَانَ يَخدْمْ النَّبِيَّ، فَمَرِضَ فَاتَاهْ النَّبِي ﷺ يَعْودْهْ"[11]۔

نبی کریم ﷺ کا ایک خادم یہودی تھا بیمار ہو گیا تو نبی نبی کریم اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ اسی طرح :

عَن أَنَسٍ، أن النبي صلى الله عليه وسلم دَخَلَ عَلى رَجُلٍ مِن بَنِي النَجَّار يَعوده"[12]۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ بنو نجار کے ایک شخص کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے جو غیر مسلم تھا۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ مسلمانوں کے دکھ درد میں شریک ہوتے تھے وہیں غیر مسلموں کے ساتھ بھی ہمدردی، غم گساری کا رویہ اپناتے تھے۔ آپؐ ہمیشہ قوم کی باہم اتفاق اور رواداری کی طرف رہنمائی فرماتے تھے۔ علامہ مرغینانیؒ غیر مسلم کی عیادت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ :

قَالَ:"وَلاَ بَأسَ بِعيَادَةِ اليَهُودِيّ وَالنَصرَانِيّ": لِأَنَّه نَوعُ بِرٍّ فِي حَقِّهِم، وَمَا نُهِينَا عَن ذٰلِكَ، وَقَد صَحَّ أَنَّ النَّبِي عَلَيهِ الصَّلَاة وَالسَّلَام عَادَ يَهُودِيًّا مَرِضَ بِجَوَارِه"[13]۔

یہودی اور نصرانی کی عیادت میں کوئی حرج نہیں ہے، اس لیے کہ یہ ان کے حق میں ایک طرح کی بھلائی اور حسن سلوک ہے، اس سے ہمیں منع نہیں کیا گیا ہے۔

غیر مسلموں سے تعزیت:

اسلام یا آئمہ کرام سے کوئی ایسی دلیل شاید نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ مسلمان غیر مسلموں سے تعزیت نہ کریں۔ ائمہ کرام تو اس حوالے سے دوٹوک موقف رکھتے ہیں کہ غیر مسلموں کی خوشی اور غمی میں انسانی سماجی رشتہ سے شریک ہونا درست ہے۔ بلکہ بہتر ہے کہ اظہار ہمدری اور تعزیت کیساتھ ساتھ ممکنہ تعاون کی پیشکش بھی کریں۔ یہی رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے کہ آپ نے ہمیشہ اپنے پڑوسیوں اور متعلقین کیساتھ حسن سلوک سے پیش آئے ہیں۔ فقہ حنفی کی مشہور کتاب فتاویٰ ہندیہ میں بھی یہ اجازت موجود ہے: وَلَا بَأسَ بِعيَادَةِ اليَهُودِيِّ وَالنَّصرَانِيِّ[۱۴]۔

لہذا غیر مسلموں کی تعزیت کی جاسکتی ہے البتہ تعزیت کے موقع پر کیا کہا جائے؟ اس کے لیے الفاظ کا چناؤ مختلف ہو سکتا ہے بعض علماء نے أَصْلَحَ اللّٰهُ بِالَکَ وَأَخْلَفَکَ (اللہ تمہیں اس کا نعم البدل عنایت فرمائیں اور تمہارے احوال کو درست فرمائیں) لکھا ہے۔ امام ابو یوسفؒ کا بیان ہے کہ حضرت حسنؒ بصری کے پاس ایک عیسائی آتا اور آپ کی مجلس میں بیٹھا کرتا تھا، جب اس کا انتقال ہوا تو انھوں نے اس کے بھائی سے تعزیت ان الفاظ میں کیا:

أَثَابَكَ الله عَلَى مُصِيبَتِكَ ثَوَابَ مَن أَصِيبَ بِمِثلِهَا مِن أَهلِ دِينِكَ,وَبَارَكَ اللهُ لَنَا فِي المَوتِ وَجَعَلَه خَيرُ غَائِب نَنتَظِره.عَلَيكَ بِالصَّبرِ فِيمَا نَزَلَ بِكَ مِن المَصَائِبِ[۱۵]۔

ترجمہ: تم پر جو مصیبت آئی ہے، اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا وہ ثواب عطا کرے جو تمہارے ہم مذہب لوگوں کو عطا کرتا ہے، موت کو ہم سب کے لیے برکت کا باعث بنائے اور وہ ایک خیر ہو جس کا ہم انتظار کریں، جو مصیبت آئی ہے، اس پر صبر کا دامن نہ چھوڑو۔

امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہؒ سے پوچھا کہ اگر یہودی یا عیسائی کا بیٹا فوت ہو جائے تو کیسے تعزیت کی جائے تو آپ نے جواب دیا:

إِنَّ الله كَتَبَ المَوتُ عَلىٰ خَلقِه , فَنَسأل الله أَن يَّجعَلَه خَير غَائِب يَنتَظِر،وَإِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيهِ رَاجِعُونَ۔عَلَيكَ بِالصَّبرِ فِيمَا نَزَلَ بِكَ،لاَنَقصَ الله لَكَ عَدَداً[۱۶]۔

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے موت اپنی ہر مخلوق کے لیے لکھ دی ہے۔ ہماری دعا ہے کہ موت جو ہماری نگاہوں سے اوجھل ہے جب آئے تو خیر کے ساتھ آئے، "إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيهِ رَاجِعُونَ "جو مصیبت آئی ہے اس پر صبر کرو، اللہ تعالیٰ تمہاری تعداد نہ گھٹائے۔

لیکن یہ فرق ضرور ملحوظ نظر رہے کہ تعزیت، اظہارِ ہمدردی اور دعاے مغفرت میں بڑا فرق ہے۔ دعائے مغفرت صرف اہل ایمان کے لیے کی جاسکتی ہے اور انہی کے ساتھ مخصوص ہے، چونکہ اس کے پیچھے قیامت اور زندگی بعد الموت کا وہ عقیدہ ہے جو اہل ایمان کو باقی غیر مسلموں سے الگ کرتا ہے۔ جبکہ غیر مسلم کی وفات پر اظہارِ ہمدردی کی جاسکتی ہے، ان کے خاندان اور پسماندگان کے غم میں شریک ہونا، تسلی دینا اور مشکل گھڑی میں ان کے ساتھ رہنا بسا اوقات زیادہ ضروری ہوتا ہے تاکہ انہیں حوصلہ ملے اور اپنے آپ کو اکیلا و اجنبی محسوس نہ کریں۔

غیر مسلموں کی مہمان نوازی:

غیر مسلموں کی خدمت اور ان مہمانداری کی بیسیوں مثالیں تاریخ اسلام میں بھری پڑی ہیں۔ ابو قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حبشہ سے عیسائیوں کا ایک وفد مدینہ منورہ آیا تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں اپنی مسجد میں ٹھرایا اور خود اپنے ہاتھ سے ان کی ضیافت وخدمت کے فرائض انجام دیئے۔ آپ کا ان حبشیوں کے ساتھ عمدہ اخلاق اور حسن سلوک کا یہ مظاہرہ ان کے اس حسن سلوک کا بدلہ تھا جو انہوں نے مہاجرین حبشہ کے ساتھ روا رکھا تھا، صحابہ رضی اللہ عنھم نے آپ سے فرمایا کہ ہم ان کے خدمت کے لئے کافی ہیں تو آپؐ نے فرمایا:

إنهم كانوا لأصحابنا مكرمين وإني أحب أن أكافئهم[۱۷]۔

اُنہوں نے ہمارے اصحاب کی عزت افزائی کی تھی تو کیوں نہ میں خود ان کی عزت وتکریم کروں۔

عَن اَبِی هُرَیرَهَ اَنَّ رَسُولَ اللهِ ضَافَهُ ضَیف کَافِر،فَامَرَلَهُ رَسُولُ اللهِ بِشَاۃٍفَحُلِبَت فَشَرِبَ،ثُمَّ أُخرَی فَشَرِبَهُ،ثُمَّ اخرَی فَشَرِبَهُ حَتَّی شَرِبَ حِلَابَ سَبع شِیَاہٍ،ثُمَّ صبَحَ مِنَ الغَدِ فَسلَمَ،فَاَمَرَ لَهُ رَسُولُ اللهِ بِشَاۃٍ فَحُلِبَت فَشَرِبَ حِلَابَهَا،ثُمَّ اَمَرَله بِاُخرَی فَلَم یَستَتِمَّهَا[۱۸]۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ایک کافر کی مہمان نوازی کی۔ نبی کریم ﷺ نے اس کے لئے ایک بکری منگوائی اور اس کا دودھ دوہا گیا وہ اس کا دودھ پی گیا، پھر ایک دوسری منگوائی گئی اور اس کا دودھ دوہا گیا تو اس نے اس کا دودھ بھی پی لیا، پھر ایک تیسری بکری منگوائی گئی تو وہ اس کا دودھ بھی پی گیا، حتیٰ کہ وہ سات بکریوں کا دودھ پی گیا۔ اگلے دن صبح کے وقت اس نے اسلام قبول کر لیا۔ پھر رسول کریم ﷺ نے بکری منگوائی اور اس کا دودھ دوہا گیا پس اس نے دودھ پی لیا پھر نبی کریم ﷺ نے اس کے لئے ایک اور بکری منگوائی مگر وہ اس کا دودھ مکمل طور پر نہ پی سکا۔

غیر مسلم کی دعوت قبول کرنا اور ان کے ساتھ کھانا پینا جائز ہے، خود آنحضرت ﷺ نے غیر مسلموں کی دعوت قبول فرمائی ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں:

أن يهوديا دعا النبيﷺ إلى خبز شعير وإهالة سنخة[19]۔

ایک یہودی نے رسول اللہﷺ کو جو کی روٹی اور بد بودار چربی کی دعوت دی، آپؐ نے قبول فرمائی۔

رسول اللہ نے غیر مسلم کے کھانے پینے کا بھی اہتمام فرمایا ہے۔ قبیلہ ثقیف کے وفد کو جو ابھی تک اسلام نہیں لایا تھا۔ آپؐ نے انہیں مسجد نبویؐ میں ٹھہرایا تو حضرت خالد بن سعیدؓ ان کے کھانے کا انتظام کرتے تھے۔

ولماقدموا على رسول الله ضربت عليهم قبة في المسجد،وكان خالد بن سعيد بن العاص هو الذي يمشي بينهم وبين رسول الله، فكان إذا جاءهم بطعام من عنده لم يأكلوا منه حتى يأكل خالد بن سعيد قبلهم[20]۔

ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ:

حلب يهودي للنبي صلى الله عليه و سلم نعجة فقال اللهم جمله فاسود شعره حتى صار أشد سوادا من كذا وكذا قال معمر وسمعت غير قتادة يذكر أنه عاش نحوا من سبعين سنة لم يشب[21]۔

ایک یہودی نے رسول اللہﷺ کو دودھ دوہ کر پیش کیا تو آپ نے اسے دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں حسین وجمیل رکھے، چنانچہ مرتے وقت تک اس کے بال سیاہ رہے، اور وہ تقریباً نوے سال تک زندہ رہا لیکن اس کے بالوں میں سفیدی نہ آئی۔

الغرض غیر مسلم کے ساتھ کھانا پینا جائز ہے لیکن شرط یہ ہے کہ ان میں حرام اشیاء نہ ہوں۔ یہ مثالیں اس بات پر شاہد ناطق ہیں کہ اسلام کی تعلیمات معاشرتی پہلو پر مسلم و غیر مسلم فرق کے بغیر رہنمائی کرتی ہیں تاکہ معاشرے میں امن وسکون قائم رہے۔ لوگ باہم ہمدرد و معاون بن سکیں کیونکہ اسی وقت معاشرہ ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکے گا۔

غیر مسلموں سے تحائف کا تبادلہ:

تکثیری سماج میں تحفے تحائف کے تبادلہ کی بہت زیادہ اہمیت ہے، یہ ایک اخلاقی اور سماجی ضرورت ہے جس سے محبت اور دوستی بڑھتی ہے، تعلقات مستحکم ہوتے ہیں اور باہمی فاصلے کم ہوتے ہیں، نبی کریمؐ کا ارشاد ہے کہ:

تَهَادُوا فَإِنَّ الهدِيَةَ تَذهَبُ وَحَر الصَدرِ[22]۔

ترجمہ: ایک دوسرے کو ہدیے اور تحفے دو، اس لیے کہ یہ سینہ کی عداوت اور حسد کو دور کرتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ اس معاملہ میں آپؐ کا اسوہ بیان کرتی ہیں کہ:

كَانَ رَسُولُ اللهﷺ يَقبَلُ الهديَةَ وَيَثِيبُ عَلَيهَا[23]۔

رسول اللہﷺ ہدیہ قبول فرماتے اور اس کے عوض ہدیہ دیتے۔

یہ حکم عام ہے،اس سے غیر مسلم خارج نہیں بلکہ ان سے بھی ہدایا کا تبادلہ کیا جانا چاہیے۔احادیث کے مطالعہ سے غیر مسلموں کو تحفے دینے اوران کے تحفے قبول کرنے کا ثبوت ملتا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے اس کی ترغیب دی ہے اوراس پر عمل فرمایا ہے۔ابو حمید ساعدی فرماتے ہیں کہ:

أهدى ملك أيلة للنبيﷺ بغلة بيضاء وكساه برداً وكتب إليه ببحرهم يعني بلدهم[24]۔

ترجمہ: ایلہ کے بادشاہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بطور تحفہ ایک سفید خچر پیش کی اورایک چادر پہنائی توآپؐ نے انہیں ان کے علاقے کاامان نامہ لکھ دیا۔

صحیح بخاری کی روایت ہے کہ: حضرت عمرؓ نے مکہ میں مقیم اپنے بھائی کوایک جوڑا (تحفہ) میں دیا۔

فَقَالَ إِنِّي لَم أَكسكهاَ لِتَلبِسهَا فَكَساَهَا عمر أَخاً لَه بِمَكَّةَ مُشرِكا[25]۔

تحفے تحائف کا تبادلہ درحقیقت تالیف قلوب کاایک اہم ذریعہ ہے جس سے بین الاقوامی سطح پرروابط مستحکم ہوتے ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے غیر مسلم سلاطین کو تحفے پیش کیے اوران کے ارسال کردہ تحائف کو قبول فرمایا۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے،فرماتے ہیں کہ:

أَنَّ كِسرىٰ أهدى لَهٗ فَقَبلَ وَأَنَّ المُلُوك أَهدُوا إلَيهِ فَقبلَ مِنهُم[26]۔

ترجمہ: کسریٰ نے آپؐ کوہدیہً پیش کیا،آپؐ نے قبول کیااسی طرح مختلف بادشاہوں نےآپؐ کوہدیے دیےآپؐ نے انہیں قبول فرمایا۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ:

أكيدر دومة أهدي للنبي جبة سندس وكان ينهى عن الحرير[27]۔

اکیدر دومۃ نے رسول اللہ ﷺ کوایک ریشمی کرتابطور ہدیہ بھیجا تھا۔

اس کے علاوہ غیر مسلموں کی جانب سے عیداور مذہبی تہواروں پر جوتحفے تحائف بھیجے جاتے ہیں وہ جائز نہیں،اکثر علماء نےاسے حرام قرار دیاہے۔امام زیلعی فرماتے ہیں:

قَالَ رَحِمَه الله (وَالإِعطَاء بِاسمِ النَيرُوز وَالمَهرَجَان لَايَجُوزُ)أي الهدَايَا بِاسمِ هٰذَينِ اليَومَينِ حَرَامٌ بَل كَفرٌ[28]۔

نیروزاور مہرجان کے دودنوں کے نام پرتحفہ بھیجنا جائز نہیں یعنی ان دودنوں کے نام پرتحفے نہ صرف حرام ہے بلکہ کفرہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

وَمَن أهدىٰ مِنَ المُسْلِمِيْنَ هديَة فِي هٰذِهِ الْأعيَادِ،مُخَالِفَةً لِلْعَادَةِ فِي سَائِرِ الْأَوقَاتِ،غَيرَ هٰذَا الْعِيْد،لَمْ تقبَل هديَته، خُصُوصاً إِنْ كَانَتِ الْهديَةُ مِمَّا يستَعَانُ بِهَا عَلى التَّشَبُّهِ بِهِمْ. مِثْلَ إِهدَاءُ الشَّمعِ وَنَحْوِه[29]-

جس کسی نے مسلمانوں کو عام حالات کے علاوہ ان عیدوں کے موقع پر تحفہ بھیجا تو ایسے تحفے کو قبول نہیں کرنا چاہیے خصوصاً ایسا تحفہ جس سے ان سے مشابہت کا اندیشہ ہو مثلاً شمع وغیرہ کا تحفہ۔

غیر مسلموں کی مذہبی تہواروں پر تحفہ دینے کے بارے میں بھی روایات مروی ہیں۔ امام ابن سیرین حضرت علیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ:

أتى عليؓ بهدية النيروز فقال:ماهذه؟قالوا:ياأميرالمؤمنين هذايوم النيروز،قال: فاصنعوا كل يوم فيروز[30]۔

کسی (غیر مسلم) کا حضرت علیؓ کی خدمت میں نیروز کا ہدیہ پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا یہ کیا ہے صحابہ کرام نے جواب دیا یہ نیروز کا دن تو آپ نے فرمایا یوم فیروز پر ایسا کیا کرو۔

(حدیث کے راوی ابو اسامہ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے کراہت کا اظہار کرتے ہوئے نیروز کی بجائے یوم فیروز کہا یعنی ان کی عید کا نام نہیں لیا)۔

امْرَأَةً سَأَلَتْ عَائِشَةَ قَالَتْ:إِنَّ لَنَاأَظْآرًا مِنَ الْمَجُوسِ،وَإِنَّهُ يَكُونُ لَهُمَ الْعِيدُ فَيُهْدُونَ لَنَا ؟ فَقَالَتْ:أَمَّا مَا ذُبِحَ لِذَلِكَ الْيَوْمِ فَلاَ تَأْكُلُوا،وَلَكِنْ كُلُوا مِنْ أَشْجَارِهِمْ[31]۔

ایک عورت نے حضرت عائشہؓ سے عرض کیا: ہمارے بعض مجوسی قریبی رضاعی رشتہ دار ہیں اور وہ اپنے تہواروں کے موقع پر ہمیں ہدیہ دیتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا اس دن کے ذبیحے (کا گوشت) نہ کھاؤ البتہ پھل وغیرہ کھا سکتے ہو۔

ان روایات میں اس طرح تطبیق ہو سکتی ہے کہ غیر مسلموں کے تالیف قلب اور انہیں اسلام کی طرف راغب کرنے کے لئے عام حالات میں ان سے تحائف کا تبادلہ بھی جائز اور مستحسن عمل ہے۔ البتہ جہاں ان کے کفریہ عقائد میں ان کی مشابہت ہوتی ہو یا پھر ان کی اعانت کا اندیشہ ہو تو ایسی صورتحال میں ہدیہ کا قبول کرنا ناجائز اور حرام ہے۔ اسلیئے اہل علم نے غیر مسلموں کو تحائف دینے یا لینے کو ان شرائط کے ساتھ جائز قرار دیا ہے کہ: اس میں دل کا میلان نہ ہو اور نہ ہی محبت و مؤدت کا اظہار ہوتا ہو۔ کوئی کفر، شرک اور فسق والا کام نہ ہو۔ کسی کافر کی تعظیم اور اس کی سرداری کو متضمن نہ ہو اور ان سے مشابہت کا اندیشہ نہ ہو[32]۔

غیر مسلموں کے ساتھ کاروبار:

اسلام نے غیر مسلموں کے ساتھ کاروبار، تجارت، لین دین اور معاملات کو درست رکھا ہے، چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے خیبر فتح ہونے کے بعد اسلام کے سب سے بڑے دشمن یہود کے ساتھ مزارعت کا معاملہ فرمایا، اس

طرح کہ وہ زراعت کریں گے اور پیداوار کا آدھا حصہ آپ ؐ کو ادا کریں گے، جب بٹائی کا وقت آتا تو رسول اللہ ﷺ پیداوار کا اندازہ کرنے کے لیے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو روانہ کرتے۔ عن جابر أنه قال أفاء الله على رسوله خيبر فأقرهم رسول الله ﷺ كما كانوا وجعلها بينه وبينهم فبعث عبد الله بن رواحة فخرصها عليهم[۳۳]۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ پیداوار کو دو حصوں میں تقسیم کرکے فرماتے: جس حصہ کو چاہو لے لو! یہود اس عدل وانصاف کو دیکھ کر یہ کہتے کہ: ایسے ہی عدل وانصاف سے آسمان اور زمین قائم ہے۔ حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ ان سے فرماتے: اے گروہ یہود! تمام مخلوق میں تم میرے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہو، تم نے اللہ کے نبیوں کو قتل کیا اور تم نے اللہ پر تہمت باندھا لیکن تمہاری دشمنی مجھ کو اس بات پر آمادہ نہیں کرسکتی کہ میں تم پر کسی قسم کا ظلم کروں۔

فَقَالَ لَهُمْ عَبْدُ اللهِ بْنُ رَوَاحَةَ: أَنْتُمْ بِالْخِيَارِ،إِنْ شِئْتُمْ فَهِيَ لَكُمْ , وَإِنْ شِئْتُمْ فَهِيَ لَنَا،نَخْرُصُهَا وَنُؤَدِّي إِلَيْكُمْ نِصْفَهَا . فَقَالُوا:بِهَذَا قَامَتِ السَّمَوَاتُ،وَالأَرْضُ".... فَبَعَثَ عَبْدَ اللهِ بْنَ رَوَاحَةَ فَخَرَصَهَا عَلَيْهِمْ ثُمَّ قَالَ: يَا مَعْشَرَ الْيَهُودِ،أَنْتُمْ أَبْغَضُ الْخَلْقِ إِلَيَّ،قَتَلْتُمْ أَنْبِيَاءَ اللهِ،وَكَذَبْتُمْ عَلَى اللهِ،وَلَيْسَ يَحْمِلُنِي بُغْضِي إِيَّاكُمْ أَنْ أَحِيفَ عَلَيْكُمْ،وَقَدْ خَرَصْتُ عَلَيْكُمْ بِعِشْرِينَ أَلْفِ وَسْقٍ مِنْ تَمْرٍ،فَإِنْ شِئْتُمْ فَلَكُمْ،وَإِنْ شِئْتُمْ فَلِي[۳۴]۔

کاروبار، خرید وفروخت، لین دین جس طرح مسلمانوں کے ساتھ کیے جاسکتے ہیں اسی طرح غیر مسلم افراد کے ساتھ بھی جائز ہیں، غیر مسلم طبقے سے تجارتی تعلقات شرعی حدود میں رہتے ہوئے کیے جاسکتے ہیں۔ حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ:

اِشْتَرىٰ رَسُولُ اللهِ مِنْ يَهُودِي طَعَاماً بِنَسِيئَةَ وَرَهنِه دَرعِه[۳۵]۔

نبی ؐ نے ایک یہودی سے ایک مدت کے لیے غلہ خریدا اور اس کے پاس اپنے لوہے کی زرہ رہن رکھی۔

علامہ ابن دقیق العید فرماتے ہیں کہ:

(والحديث) دَلِيل عَلىٰ جَوَازِ مُعَامَلَةِ الكُفَّارِ وَعَدَمِ اِعتِبَارِ الفَسَادِ فِي مُعَامَلَاتِهِم[۳۶]۔

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ کفار سے معاملہ کرنا جائز ہے اور یہ کہ ان کے آپس کے معاملات کے فساد کا اعتبار نہیں کیا جائیگا۔

غیر مسلموں کا احترام و تحفظ:

اسلام اپنی اساس اور بنیاد کے اعتبار سے ہی امن و آشتی اور محبت و شفقت کا علمبر دار مذہب ہے۔ مذہبی رواداری کی اس سے بڑی اور کیا بنیاد ہو سکتی ہے جو قرآنِ کریم میں ہے کہ: لَآ إِكْرَاهَ فِي ٱلدِّينِ[۳۷] "مذہب قبول کرنے کے معاملے میں کوئی جبر گوارا نہیں"۔ غیر مسلموں کے بارے میں اسلام کی شاندار تعلیمات ایسی ہیں جن کی مثال دنیا کا کوئی دوسرا مذہب پیش نہیں کر سکتا۔ مسلمانوں نے ان احکامات کی پاسداری میں غیر مسلموں سے حسن سلوک کی درخشندہ روایات قائم کیں۔ جملہ مؤرخین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ پوری اسلامی تاریخ میں ایک بھی ایسی مثال نہیں ملتی جس میں غیر مسلموں کو مسلم خلفا کی طرف سے مذہبی جبر کا سامنا کرنا پڑا ہو۔

اسلام نے اپنے ماننے والوں کو اس امر کا پابند کیا کہ وہ دوسروں کے مقدس مقامات اور مذہبی شخصیات کا احترام کریں، دوسرے ادیان سے تعلقات کے معاملہ میں غیر جانبداری اور انصاف پسندی کا تقاضا کرتا ہے، دیگر ادیان کیساتھ میل جول کے تعلقات قائم کرنے کیلئے ایسے موضوعات پر گفتگو کرنے سے گریز کرنے کی ہدایت کرتا ہے جو باہمی نزاع کا باعث بنیں اور اُس کی بجائے اُن موضوعات پر زور دیتا ہے جن میں یکسانیت ہو:

﴿وَلَا تَسُبُّوا ٱلَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ فَيَسُبُّوا ٱللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذَالِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُم ثُمَّ اِلیٰ رَبِّهِم مَرجِعُهُم فَيُنَبِّئُهُم مَاكَانُوايَعمَلُون﴾[۳۸]۔

اور اُن کو گالی نہ دو جن کو یہ اللہ کے سوائے پکارتے ہیں (ایسا نہ ہو) کہ وہ زیادتی کر کے بے علمی سے اللہ کو گالی دیں۔ اِسی طرح ہم نے ہر ایک گروہ کیلئے اُن کا عمل اچھا کر کے دکھایا ہے۔ پھر اُن کے رب کی طرف اُن کا لوٹ کر آنا ہے سو وہ اُنہیں بتا دیگا جو وہ کرتے تھے۔

قرآن ما قبل کے ادیان کے علماء کے احترام کی ہدایت کرتا ہے:

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قِسِّيسِينَ وَرُهْبَاناًوَاَنَّهُمْ لَايَسْتَكْبِرُوْن﴾[۳۹]۔

ترجمہ: یہ اس لئے کہ اُن میں سے عالم اور راہب ہیں اور اس لئے کہ وہ تکبر نہیں کرتے۔

اسلام نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ غیر مسلموں کی عبادت گاہوں اور مذہبی شعارات کو بھی پورا تحفظ فراہم کیا۔ مغربی مؤرخین کا بھی اس امر پر اتفاق ہے کہ خلافت کے زیر اثر مسلم علاقوں میں مسلم حکمرانوں نے عیسائیوں کو بھرپور مذہبی تحفظ فراہم کیا۔ تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ یہودیوں کو جب دیگر اقوام کے مظالم کے نتیجے میں یورپ سے نکلنا پڑا تو اُنہوں نے مسلم علاقوں میں آکر پناہ لی۔ اندلس میں یہودیوں اور عیسائیوں کو ہر قسم کے حقوق حاصل رہے۔ اسلام مذہبی بنیاد پر کسی خصوصی امتیاز کا قائل نہیں ہے، نبی اکرم ﷺ نے ۱۰ ہجری میں خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر مساواتِ انسانی کی عظیم بنیاد قائم فرمائی۔ آپؐ نے فرمایا کہ:

لَافَضْلَ لِعَرَبِیّ عَلَى عَجَمِیّ وَلَالِعَجَمِیّ عَلَى عَرَبِیّ وَلَا لِاَحْمَرٍ عَلَى اَسْوَدٍوَلَا لِاَسْوَدٍ عَلَى اَحْمَرٍ[۴۰]

ترجمہ: کسی عربی کو کسی عجمی پر، کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی سفید فام کو کسی سیاہ فام پر اور کسی سیاہ فام کو کسی سفید فام پر کوئی فضیلت حاصل نہیں۔

یہ اسلامی تعلیمات کوئی نئی نہیں بلکہ اسلام کا ہر طالبعلم انہیں بخوبی جانتا ہے! ماضی اور حال میں کبھی بھی مسلمانوں نے کسی قوم کی مذہبی شخصیات، دینی شعارات اور عبادت گاہوں کو نشانہ نہیں بنایا، لیکن مقامِ افسوس ہے کہ گذشتہ چند برسوں میں ہی پیغمبر اسلام ﷺ کی اہانت کو ایک مسلسل اور مذموم روایت بنالیا گیا ہے، کبھی مسلمانوں کی مقدس کتاب قرآنِ مجید کی مثل خود ساختہ قرآن (مثلاً فرقان الحق وغیرہ) تیار کرکے بڑے پیانے پر پھیلائے جاتے ہیں اور کبھی معاذ اللہ قرآنِ عظیم کو ہی باتھ روم اور ٹوائلٹ میں بہانے کی جسارت کی جاتی ہے۔ کبھی اسلامی شعار ''حجاب'' کے خلاف دنیا کے مختلف ملکوں میں تحریکیں اُٹھتی ہیں تو کبھی داڑھی کو مذاق کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔اسلام کی تمام تعلیمات کو طنز و استہزا کی بھینٹ چڑھانا اور اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی کرنا عالمی میڈیا کا معمول بن چکا ہے۔ رواداری اور باہمی احترام کا یہ سبق دیگر مذاہب کو بھی دیا جانا چاہیے۔

غیر مسلموں کی مسائل کا مداوا:

اسلامی تعلیمات کے سیاسی پہلو سے انکار ممکن نہیں ہے۔اسلام انسانی زندگی کو ایک وحدت مانتا ہے جس میں سیاست کو روحانیت سے الگ نہیں رکھا گیا۔ لیکن یہاں یہ بھی بتانا ضروری ہے کہ سیاسی پہلو اس کے اخلاقی اور روحانی اقدار کی نفی و تخفیف نہیں کرتا اور نہ ہی اس بات کی وکالت کرتا ہے کہ اس کو انسانی اقدار پر عمل آوری اس کے سیاسی منتہائے مقصود کے حصول کے ساتھ مشروط کیا جائے۔اسلام اپنے پیروؤں کو ان اقدار پر عمل آوری تمام حالات میں اور تمام لوگوں کے ساتھ روا رکھنے کا حکم دیتا ہے۔اس سے بھی اہم یہ ہے کہ اسلام اسلامی اقدار کی عمل آوری پر اس لیے یقین رکھتا ہے کیونکہ اللہ ایک عدل پرور اور انسانیت نواز سیاسی نظام کا قیام چاہتا ہے۔یہی وہ مطمحِ نظر ہے جس کے پیش نظر قرآن ایمان والوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں تعاون کریں اور برائی اور ظلم کی بیخ کنی کریں، ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَاتَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾[۴۱]۔

ترجمہ: جو کام نیکی اور خدا ترسی کے ہیں ان میں سب سے تعاون کرو اور جو گناہ اور زیادتی کے کام ہیں ان میں کسی سے تعاون نہ کرو۔

مصیبت وآفت کے مواقع پر غیر مسلم افراد کی اعانت کرنا اوران کے ساتھ ہمدردی وتعاون کرنا آنحضرتؐ کا خاصہ ہے،آپؐ نے ان غیر مسلم افراد کی بھی اعانت وفریادرسی فرمائی جنہوں نے اہل اسلام پر مختلف قسم کے مظالم ڈھائے رسول اکرم ﷺ نے اپنے فعل مبارک سے مسلمانوں کو یوں نمونہ عمل عنایت فرمایا کہ :

أَنَّه بَعَثَ رَسُولَ اللهِ ﷺ خمسَ مِائَةَ دِينَارً إِلٰى مَكَّةَ حِينَ قَحَطُوا وَأَمَرَ بِدَفعِ ذٰلِكَ إِلٰى أَبِي سُفيَانُ بنِ حَرَب وَصَفوَانُ بنِ أُمَيّةَ لِيَفرقا عَلٰى فَقرَاءِ أَهلِ مَكَّةَ فَقَبل ذٰلِكَ أَبُو سُفيَان وَأَبِى صَفوَان[42]۔

ترجمہ: جب مکہ مکرمہ کے لوگ قحط میں مبتلا ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے پانچ سو دینار مکہ مکرمہ بھیجے اور اسے ابوسفیان بن حرب اور صفوان بن امیہ کے حوالہ کرنے کا حکم دیا تاکہ وہ اہل مکہ کے ضرورت مندوں اور محتاجوں میں تقسیم کریں، تو ابوسفیان اور صفوان نے اسے قبول کیا۔

تکثیری معاشرے میں جو بھی انسانی مساوات اور عدل کے لیے جدوجہد کرتا ہے اور انسانوں کے استحصال اور حقوق انسانی کی پامالی کے خلاف آواز بلند کرتا ہے، وہ مسلمانوں کے غیر مشروط،اور بلا جھجک تعاون کا حق دار ہے۔ ہمارے معاشرے میں عدم مساوات اور ظلم اس قدر مستحکم ہو چکا ہے کہ اس کا سدباب تبھی ممکن ہے جب تمام لوگ اس کے خاتمے کے لیے بلا تفریق مذہب وملت اس کاوش میں حصہ لیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اسلام چاہتا ہے کہ اس طرح کی کاوش میں مسلمان بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور عدل ومساوات کے حصول، فاقہ کشی، بیماری، ظلم، بدعنوانی اور برائیوں کے سدباب کی جدوجہد میں سب سے آگے ہوں۔ ان کاوشوں کو صرف اپنی قوم کی ترقی اور تنگ نظر و متعصب حلقوں میں محدود کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ جو لوگ ناانصافی کے خلاف احتجاج نہیں کرتے صرف اس بنا پر کہ اس سے ان کی قوم متاثر نہیں ہو رہی ہے اور جب راست ان پر کوئی آنچ آتی ہے تو واویلا مچانے لگتے ہیں دراصل اللہ کے فرمان کی خلاف ورزی کرتے ہیں جو تمام انسانیت کے ساتھ یکساں ہمدردی کا حکم دیتا ہے۔ مظلوم کا مذہب اس کی طرف مدد کا ہاتھ بڑھانے کے لیے مانع نہیں ہونا چاہیے۔ نبی اکرمؐ کی حیات طیبہ سے ہمیں ہدایت ملتی ہے کہ بہت معمولی اور چھوٹے درجے کی ایسی کاوشیں بھی مسلمانوں کے بھرپور تعاون اور فعال اشتراک کی حق دار ہیں۔ ابوجہل کا ایک بدّو کو اس کے اونٹ کی قیمت دینے سے انکار کرنے کا ایک چھوٹا سا واقعہ رسول عربیؐ کو اس کی حمایت و نصرت سے نہیں روک سکا۔

غیر مسلموں کے حقوق کا تحفظ:

نبی کریم ﷺ نے غیر مسلموں سے حسن سلوک رواداری اور ان کے حقوق کا تحفظ صرف عام حالات میں ہی نہیں کیا بلکہ جنگ کی حالت میں بھی اس کا عملی نمونہ پیش کر کے دکھایا جس میں آج بھی قومیں ہر طرح کی فریب دہی جائز سمجھتی ہیں اور کوئی موقع ہاتھ سے دشمن کو پسپا کرنے کا نہیں جانے دیتیں اس جنگی حالت میں بھی حضور ﷺ نے حسن سلوک کی ایسی اعلیٰ مثالیں قائم کیں کہ انسانی عقل جنہیں دیکھ کے دنگ رہ جاتی ہے چنانچہ جنگ بدر کے موقع پر جب مسلمانوں نے پانی کے چشمہ پر حوض بنا کے وہاں پڑاؤ ڈال لیا تو باوجود حالت جنگ کے جب دشمن پانی لینے آیا تو آپؐ نے فرمایا انہیں پانی لے لینے دو[۴۳]۔اسی طرح حالت جنگ میں فرمایا کہ کسی غیر مسلم کی لاش کا مثلہ نہ کیا جائے اسے باندھ کر نہ مارا جائے اسے جلایا نہ جائے وغیرہ یعنی اس کے ساتھ کوئی ایسی زیادتی نہ کی جائے جو انسانیت سے ہٹی ہوئی ہو۔وَ لَا تَمثُلُوا ''مثلہ نہ کرو'' جب کہ عربوں میں مثلہ کی رسم عام تھی۔یعنی جنگ میں دشمن کی لاشوں کے ناک کان وغیرہ کاٹ کر ان کا منہ بگاڑ دینا۔لیکن آپؐ نے بڑی تاکیدی ہدایت اپنے پیروؤں کو دی کہ وَ لَا تَمثُلُوا کہ تم مثلہ نہ کرو، اور اس طرح غیر مسلموں کے مردوں کا بھی احترام برقرار رکھا۔عن صفوان بن عسال قال بعثنارسل اللهﷺ في سرية۔فقال:سيروابا سم الله وفي سبيل الله قاتلوا من كفر بالله۔ولا تمثلوا ولا تغدروا ولا تغلوا ولا تقتلوا وليدا[۴۴]۔

خلاصہ بحث:

دنیوی معاملات میں اسلام نے اپنے ماننے والوں کو غیر مسلموں سے تعلقات قائم کرنے کی پوری اجازت دی ہے اور اس معاملے میں کوئی پابندی عائد نہیں کی ہے۔غیر مسلم پڑوسیوں کے ساتھ اچھے تعلقات رکھنے، ان کی ضرورتوں میں کام آنے، حتی کہ ان پر مال خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔غیر مسلموں کا پانی، غذائی اشیاء، برتن، کپڑے اور دیگر چیزیں بلا کراہت استعمال کی جاسکتی ہیں۔ان سے ملنا جلنا، ان کا اعزاز و اکرام کرنا، انہیں مہمان بنانا، ان کی عیادت کرنا، ان کے جنازے میں شریک ہونا، پسماندگان کی تعزیت کرنا، ان کاموں کی مسلمانوں کو اجازت ہے۔غرض اسلام نے غیر مسلموں سے ہر طرح کے سماجی اور انسانی تعلقات رکھنے کی اجازت دی ہے، صرف چند معاملات کا استثناء ہے، مثلاً ان کا ذبیحہ مسلمانوں کے لیے حلال نہیں اور ان سے ازدواجی تعلقات رکھنا ممنوع ہے۔

دنیا بھر میں اسلام سے زیادہ روادار اور محبت واپنائیت کا پیغامبر کوئی مذہب نہیں، اسلام انسانیت کی عظمت کا علمبردار اور جملہ بنی نوعِ انسان کی عزت وتکریم کا داعی ہے۔اسلام کی یہ خوبی ہے کہ وہ تمام مذاہب کو نہ صرف تسلیم کرتا ہے بلکہ اس کے ماننے والے اس پر ایمان بھی لاتے ہیں اور وہ کسی مذہب کو مسترد نہیں کرتے۔حضور □ کا بقائے

باہم اور بین المذاہب احترام پر کتنا یقین تھا اس کا اندازہ حلف الفضول کے قیام سے لگایا جا سکتا ہے جس کا مقصد مذہب، قبیلے اور حسب و نسب سے اوپر اٹھ کر کمزور طبقات کو ظلم سے بچانا تھا۔ حلف الفضول کا تاریخی معاہدہ جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت سے قبل ایک تکثیری معاشرے ہی کے اندر رہ کر بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔ یہ ایک ایسا معاہدہ تھا جس میں مشرکین، ملحدین اور موحدین سب نے ایک جٹ ہو کر برائی اور ناانصافی کے خلاف مشترکہ جدوجہد کرنے کا عہد باندھا تھا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم عہد رسالت میں بھی اس معاہدے کی بڑی قدر کرتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اس طرح کا معاہدہ پھر کوئی ہو تو اس عنوان کی دعوت میں آپ اب بھی شریک ہونا چاہیں گے۔ میثاق مدینہ ہم آہنگی اور مذہبی رواداری کی بہترین مثال ہے اس میں تمام لوگوں کو اپنے مذاہب پر عمل کرنے اور اپنے اصولوں کے مطابق زندگی گزارنے کا حق حاصل تھا۔ کوئی مذہب نفرت اور تفرقہ کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ تمام مذاہب انسانیت کی تعمیر پر زور دیتے ہیں۔ جہاں بین المذاہب فاصلے کو کم کرنا ہے وہیں تکثیری سماج میں اپنے اپنے مذاہب پر عمل پیرا رہتے ہوئے کس طرح بہترین سماج کی تشکیل کر سکتے ہیں اس پر بھی غور و خوض کرنا ہے اور اس کے لئے راہ ہموار کرنا ہے۔

مختصر اًیہ کہ نبی اکرم ﷺ نے مکہ اور مدینہ کے تکثیری معاشرے میں غیر مسلموں کیساتھ جو رویہ اپنایا وہ واحد راستہ ہے جسے اپنا کر دنیا کے ہر شعبہ میں کامیابی اور کامرانی کی معراج کو چھوا جا سکتا ہے۔ لیکن افسوس کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن اخلاق و کردار، حسن تعلیم و تربیت کی تلقین کی ہے، مگر مسلم معاشرہ اخلاق کی بنیادی چیزوں سے محروم ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میں مکارم اخلاق کی تکمیل کے لیے مبعوث کیا گیا ہوں اس فرمان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام کی نشر و اشاعت، دعوت و تبلغ کا فریضہ حسن اخلاق سے ہی مکمل ہوا ہے، ثمامہ اسلام کا بدترین دشمن تھا جس کو آپؐ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپؐ نے اسے بغیر سزا کے معاف کر دیا۔ جس پر وہ مشرف بہ اسلام ہو گیا، اسی طرح اللہ کے رسول نے عکرمہ، صفوان بن امیہ اور ابوسفیان کے ساتھ بھی حسن اخلاق کا برتاؤ کیا جو اس بات کی شاہد ہے کہ آپؐ کے حسن سلوک سے کئی مشرکین دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے کردار و عمل میں اسوہ رسول سے رہنمائی لیکر وہ وسعت پیدا کریں جو نبی اکرم ﷺ کی ذات بابرکت کی خاصہ تھی۔

حواشی وحوالہ جات

۱ الجاثیہ ۱۸:۴۵

۲ المائدہ ۵:۵۱

۳ المائدہ ۵:۵۷

۴ الممتحنہ ۶۰: ۸

۵ البخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح للبخاری/ الجامع المسند المختصر من امور رسول اللہ ﷺ وسننہ وایامہ، کراچی، قدیمی کتب خانہ، کتاب الجنائز، باب من قام لجنازۃ یہودی، ج۱، ص ۱۷۵

۶ السجستانی، ابی داؤد سلیمان بن اشعث، السنن لابی داؤد، کراچی، سعید سنز، کتاب الخراج، باب فی تعشیر اہل الذمۃ اذا اختلفوا بالتجارات، ج۲، ص ۷۷

۷ بحوالہ بالا، الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الایمان، باب فضل من استبرء لدینہ، ج۱، ص ۱۳

۸ ایضاً، کتاب الایمان، باب اطعام الطعام من الاسلام، ج۱، ص۶

۹ ایضاً، کتاب الادب، باب الرفق فی الامر کلہ، ج۲، ص ۸۹۰

۱۰ عمری، مولانا سید جلال الدین، غیر مسلموں سے تعلقات اور انکے حدود، اسلامی پبلشرز، دہلی، ۱۹۹۸ء، ص ۱۳۶

۱۱ بحوالہ بالا، الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الجنائز، باب اذا اسلم الصبی فمات ھل یصلی علیہ وھل یعرض علی الصبی الاسلام، ج۱، ص ۱۸۱

۱۲ الشیبانی، ابو عبداللہ احمد بن حنبل، مسند احمد بن حنبل، عالم الکتب، بیروت، باب انس بن مالکؓ، ج۳، ص ۱۵۲

۱۳ المرغینانی، علی بن ابی بکر، الہدایہ فی شرح بدایۃ، داراحیاء التراث العربی، بیروت، کتاب الکراھیۃ، باب مسائل متفرقۃ، ج۴، ص ۳۸۰

۱۴ البلخی، نظام الدین، الھندیۃ، دارالفکر، بیروت، کتاب الکراہیۃ، الباب الخامس عشر فی الکسب، ج۵، ص ۳۴۸

۱۵ ابویوسف، یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، المطبعۃ السلفیۃ، قاہرۃ، باب فی قتال اہل الشرک واہل البغی وکیف یدعون، ص ۲۱۷

۱۶ ایضاً، ص ۲۱۶

۱۷ الصیداوی، ابن جمیع، معجم الشیوخ، موقع جامع الاحادیث، ج۱، ص ۸۹

۱۸ ترمذی، محمد بن عیسیٰ بن سورہ، الجامع للترمذی/ الجامع المختصر من السنن عن رسول اللہ ﷺ ومعرفۃ الصحیح والمعلول وما علیہ العمل، داراحیاء التراث العربی، بیروت، کتاب الاطعمہ، باب ماجاء ان المؤمن یاکل فی معی واحد، ج۴، ص ۲۶۷

۱۹ بحوالہ بالا، مسند احمد بن حنبل، ج۳، ص ۲۱۱

۲۰ ابن کثیر، اسماعیل بن عمر القرشی، البدایۃ والنہایہ، ہجر للطباعۃ والنشر الجیزۃ، ۱۹۸۸ء، قدوم وفد ثقیف علی رسول اللہ، ۲۰۶/۷

۲۱ الصنعانی، عبد الرزاق بن ہمام، مصنف عبد الرزاق، المکتب الاسلامی، بیروت، کتاب اھل الکتابین، السلام علی اھل الشرک والدعاء لھم، ج۱۰، ص ۳۹۲

۲۲ حوالہ بالا، الجامع للترمذی، کتاب الولاء والہبۃ، باب فی حث النبی ﷺ علی التہادی، ج ۴، ص ۴۴۱

۲۳ بحوالہ بالا، الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الہبۃ، باب المکافأۃ فی الہبۃ، ج ۱، ص ۳۵۲

۲۴ ایضاً، کتاب الہبۃ وفضلھا، باب قبول الہدیۃ من المشرکین، ج ۱، ص ۳۵۶

۲۵ ایضاً، کتاب الہبۃ وفضلھا، باب ھدیۃ مایکرہ لبسھا، ج ۱، ص ۳۵۶

۲۶ بحوالہ بالا، الجامع للترمذی، کتاب السیر، باب ماجاء فی قبول ہدایا المشرکین، ج ۴، ص ۱۴۰

۲۷ حوالہ بالا، الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الہبۃ وفضلھا، باب ھدیۃ مایکرہ لبسھا، ج ۱، ص ۳۵۶

۲۸ الزیلعی، عثمان بن علی بن محجن، تبیین الحقائق، المطبعۃ الکبری الامیریہ، قاہرہ، ۱۳۱۳ھ، ج ۶، ص ۲۲۸

۲۹ ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم، اقتضاء الصراط المستقیم، دار عالم الکتب، بیروت، ج ۲، ص ۵

۳۰ البیہقی، احمد بن الحسین، السنن الکبری، دائرۃ المعارف النظامیۃ، ہند، کتاب الجزیۃ، باب کراہیۃ الدخول علی اہل الذمۃ، ج ۹، ص ۲۳۴

۳۱ ابن ابی شیبہ، عبد اللہ بن محمد، المصنف لابن ابی شیبہ، طبعۃ السّلفیہ، قاہرہ، کتاب الاطعمۃ ما قالوا فیما یؤکل من طعام المجوس، ج ۸، ص ۸۷

۳۲ بخاری، ڈاکٹر سید عبد الغفار، غیر مسلموں سے اخلاقی اور سماجی تعلقات (سیرت طیبہ کی روشنی میں)، ہزارہ اسلامیکس، جولائی۔دسمبر ۲۰۱۴ء، جلد ۳، شمارہ ۲

۳۳ بحوالہ بالا، السنن لابی داؤد، کتاب البیوع، باب فی الخرص، ج ۲، ص ۱۲۸

۳۴ الازدی الطحاوی، امام ابو جعفر احمد بن محمد، شرح معانی الاثار، عالم الکتب، بیروت، ج ۲، ص ۳۸

۳۵ حوالہ بالا، الجامع الصحیح للبخاری، کتاب البیوع، باب شراء الامام الحوائج بنفسہ، ج ۱، ص ۲۸۱

۳۶ تقی الدین، ابن دقیق العید، إحکام الأحکام شرح عمدۃ الأحکام، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۳۷۲ھ، ج ۱، ص ۱۷۳

۳۷ البقرۃ ۲: ۲۵۶

۳۸ الانعام ۶: ۱۰۸

۳۹ المائدہ ۵: ۸۲

۴۰ بحوالہ بالا، مسند احمد بن حنبل، ج ۵، ص ۴۱۱

۴۱ المائدہ ۵: ۲

۴۲ ابن عابدین، محمد امین بن عمر، رد المحتار علی الدر المختار، سعید سنز، کراچی، کتاب الوصایا، ج ۶، ص ۶۵۵

۴۳ بحوالہ بالا، السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، ذکر رؤیا عاتکہ بنت عبد المطلب، ص ۴۲۴

۴۴ ابن ماجہ، محمد بن یزید القزوینی، سنن لابن ماجہ، قدیمی کتب خانہ، کراچی، کتاب الجہاد، باب وصیۃ الامام، ص ۲۰۵